

جہاد آزادی کا ایک عظیم مجاہد

حاجی صاحب ترنگ زئی

جنہیں برطانوی سامراج تمام طاقتوں سے بھی زیر کر سکا

ترنگ زئی تحصیل چارسدہ میں چارسدہ شہر سے تین میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے ایک سال پہلے یعنی ۱۸۵۶ء میں اس گاؤں میں گلشن ولایت و حریت کا وہ گلی سرسبز کھلا جسے تاریخ "فخر المجاہدین حاجی مفضل واحد ترنگ زئی" کے نام سے یاد کرتی ہے۔

حاجی صاحب کے مورث اعلیٰ سید بہاء الدین قندھاری ساتویں صدی ہجری میں وادی پشاور میں تشریف لائے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان شہاب الدین محمد غوری ہندوستان پر حملے کے بعد ۱۱۹۴ء میں واپس ہوا تو اس کے لشکر میں بارہ ہزار افغان سپاہی تھے۔ ان کو غوری نے اشغر (علاقہ چارسدہ) کوہ سلیمان اور باجوڑ کے علاقوں میں آباد کیا۔ افغان قبیلہ ماموں زئی (محمد زئی) کے بہت سے افراد اشغر میں سکونت پذیر ہو گئے۔ انہوں نے قندھار کے بزرگ "بابا دلی" سے درخواست کی کہ وہ ماموں زئیوں کی اصلاح و تزکیہ کے لئے اپنے فرزند سید بہاء الدین کو نوآباد ماموں زئی قبیلہ میں بھیج دیں۔ بابا دلی نے انکی درخواست منظور کرنی۔ اور سید بہاء الدین کو ۶۵۰ء مطابق ۱۲۵۲ء کے گک بھگ قندھار سے وادی پشاور بھیج دیا۔

آج کل سید بہاء الدین عوام میں پیر لود سے بابا کے نام سے معروف ہیں۔ ان کا فرزند اتمان زئی

۱۷۰۰ء تذکرہ علماء مشائخ سرحد کے مؤلف نے سال ولادت ۱۵۴۶ء لکھا ہے۔ مگر زیادہ تر تذکرہ نگاروں نے ۱۸۵۶ء ہی لکھا ہے۔

۱۷۰۰ بابا دلی کا فرزند قندھار میں ہے۔ حسن ابدال ضلع کیمبل پور میں پہاڑی کی چوٹی پر ان سے منسوب ایک

کی منزل گرہ یعنی پادل برسنے کے علاقے میں ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے۔ پٹھان مرد عورتیں دور دور سے زیارت کے لئے حاضر ہوتی ہیں اور جاہلانہ عقائد کی وجہ سے فتنے مانگتی اور چڑھاوے پڑھاتی ہیں۔ زائرین میٹھی پھوسی یعنی مالیدہ بانٹتے ہیں۔ دہنے ذبح کرتے ہیں۔ اور ہر سال مزار کو قیمتی غلات پڑھاتے ہیں۔

پیر بودے بابا کارو عانی فیض سرحد سے نکل کر پنجاب میں عام ہوا۔ نورپور شاہان (راولپنڈی) کے مجذوب شاہ عبداللطیف بری کا سلسلہ ارادت پانچویں درجے میں سید بہاء الدین سے مل جاتا ہے۔ حاجی فضل داس کی والدہ کا کاخیل خاندان سے تھیں۔ جن کے جد امجد حضرت شیخ رحمکارؒ معروف بہ کاخیلؒ شہید بزرگ ہیں، جن کا مزار اکوڑہ خشک کے جنوب مغرب میں ۶ میل دور پہاڑی میں واقع ہے۔ حاجی صاحب کا خاندان گردنواح میں تقویٰ و تقدس اور زہد و ورع کی وجہ سے غیر معمولی شہرت کا مالک تھا۔ حاجی صاحب کی شخصیت اس گھر لہنے کی شہرت اور نیک نامی کو مزید چار چاند لگ گئے۔

تعلیم و تربیت | حاجی صاحب نے خاندانی روایات کے مطابق مردچہ تعلیم پائی۔ مسجد میں قرآن کریم پڑھا۔ اور ابتدائی تعلیم پائی بعد ازاں اس دور کے مشہور عالم مولانا ابوبکر اخوندزادہ سے اکتساب علم کیا۔ کچھ عرصہ کے لئے ”تہکال بالا“ میں بسلسلہ تعلیم مقیم رہے۔ اکتساب تعلیم کے بعد کھیتی باڑی کو ذریعہ روزگار کے طور

۱۔ شاہ عبداللطیف بری کے بارے میں مولف ”حقیقتہ الادبیا“ غلام سرور لاہوری لکھتا ہے ،

”شاہ لطیف بری قادری بزرگان پنجاب سے حضرت بڑے بزرگ مشہور ہیں۔ حضرت کے خوارق کرامات ہزاروں مشہور ہیں۔ حضرت بڑے عابد و زاہد، گوشہ نشین مجذوب تھے۔ ہزاروں مرید مدارج تکمیل کو پہنچے۔ حضرت نے نعمت باطنی حضرت حیات المیر زندہ پیر سے پائی جو عنوت الاعظم کے پوتوں میں سے تھے۔ اور زندہ جاوید ہیں۔ حضرت کی وفات ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء میں ہوئی اور روضہ اقدس مشہور ہے۔ ۹ سال ہی میں پروفیسر منظور الحق صدیقی نے ”بری شاہ لطیف“ کے نام سے مجذوب شاہ لطیف کی جامع سوانح لکھی ہے۔

۲۔ شیخ رحمکارؒ (۹۸۳ھ — ۱۰۶۳ھ) عہد جہانگیر کے دلی اللہ تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ان کے روابط تھے اور اپنے علاقے میں مرجع عوام تھے۔ آج بھی ان کا خاندان علمی اعتبار سے برآمد روزگار رہے۔ شیخ رحمکارؒ کے حالات زندگی کے لئے سید سیاح الدین کا کاخیل کی تابعت تذکرہ شیخ رحمکارؒ ملاحظہ ہو۔

پر اپنایا۔

بیعت اور جہاد حاجی صاحب نے اپنے دور کے عظیم مجاہد نجم الدین عروت ہڈے ملا کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ نجم الدین معروف بہ ہڈے ملا۔ اخوند عبد الغفور صاحب سوات کے خلیفہ و جانشین تھے۔ اخوند عبد الغفور اور ہڈے ملا نے صوبہ سرحد اور نواحی علاقوں میں با اثر بزرگ اور غیور مجاہد گزے ہیں۔

اخوند عبد الغفور نے انگریزوں کے قبضہ پشاور (۱۸۴۹ء) کے بعد سوات اور بنیر کے علاقوں میں شرعی حکومت کے قیام کی جدوجہد کی۔ چنانچہ ۱۸۵۶ء میں سوات کے ایک نمائندہ جرگہ میں شرعی حکومت کا امیر سید احمد شہید کے مرید سید اکبر شاہ کو چنا گیا۔ مجاہدین کی سابقہ ہمت اور جانفروشی کو دیکھتے ہوئے سوات کی شرعی حکومت کو انگریزوں نے اپنے اقتدار کے لئے خطرہ سمجھا۔ اگرچہ سید اکبر شاہ ۱۸۵۷ء میں فوت ہو گئے تھے تاہم انگریز ہر صورت میں شرعی حکومت کو ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

۲۰ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو برطانوی فوج نے بریگیڈیر جنرل سرنیوں چمبرلین کی سرکردگی میں اسیلہ پر چڑھائی کی۔ برطانوی حکومت نے اس ہم پر پوری قوت لگادی تھی۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو اخوند عبد الغفور صاحب میدان جہاد میں مصروف عمل نظر آتے ہیں۔ ابتداء میں مجاہدین کا پلہ بھاری تھا۔ مگر برطانوی زردال نے اپنوں کے دل جیت لئے۔ اور فتح شکست میں بدل گئی۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۶۳ء کو برطانوی فوج ہندوستانی مجاہدین کی مرکزی بستی اور کیمپ "ملکا" کو آگ لگا کر واپس چلی گئی اور اخوند صاحب اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ دوبارہ دعوت جہاد پھیلانے سوات اور بنیر کے علاقے میں چلے گئے۔

اخوند عبد الغفور ۱۸۷۷ء میں فوت ہوئے۔ ۱۸۹۵ء میں مشہور مجاہد عمر خان کی حکومت بھی ختم ہو گئی۔ سوات اور سمہ میں کوئی ایسی شخصیت نظر نہ آتی تھی جو اس نازک دور میں مسلمانوں کی قیادت کے فرائض انجام دیتی۔ ہر طرف مشکلات اور مایوسی کے بادل بھاٹے ہوئے تھے کہ علین عالم بالیوسی میں اخوند عبد الغفور کے دو مریدوں کی صورت میں امید کی کرن نظر آئی۔ ایک تو سعد اللہ خان معروف بہ "سر تور فقیر" تھے جنہوں نے سوات اور اس کے ملحقہ کے غازیوں کی قیادت سنبھالی۔ دوسرے نجم الدین اخوند زادہ تھے جنہوں نے مہمند، باجوڑ اور کنڑ کے غازیوں کی راہنمائی کی۔ نجم الدین ہڈے ملا کی قیادت میں ۱۸۹۷ء میں حاجی صاحب ترنگ زئی نے مالاکنڈ، ہیرکی، بٹ خیلہ اور چکدرہ کے محاذوں پر دادر شجاعت دی۔

تجدیدِ بیعت | ۱۹۰۲ء میں ہڈے ملا صاحب ایک عرصہ برطانوی حکومت کے لئے دروہ بنے رہنے کے بعد اپنے اللہ سے بھاٹے تو حاجی صاحب نے ان کے خلیفہ حضرت صوفی عالم گل سے تجدیدِ بیعت کی اور کڑھ سلوک کی مزید منازل طے کیں۔ صوفی عالم گل نے انہیں اپنی خلافت سے سرفراز کیا اور اپنی تلوار و دستار عنایت کی۔

زیارتِ حرمین | ۱۹۰۸ء میں حاجی صاحب فریضہ حج ادا کرنے ارضِ حجاز روانہ ہوئے۔ اس سے پہلے ایک بار حج کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ حاجی صاحب کے سفرِ حج نے ان کی سوچ کو ایک نیا راستہ بنایا۔ برصغیر کے اندرونی علاقوں کا سفر کرنے سے انہوں نے تعلیم کی اہمیت محسوس کی اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے دوران قیام میں تجدیدِ سنت کا ذوق بے کراپس آئے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر | حجاز سے واپسی کے بعد حاجی صاحب نے مسلمانانِ سرحد کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ ۱۹۱۰ء میں ضلع پشاور (جس میں اس وقت مروان بھی شامل تھا) میں تبلیغی و اصلاحی مشن کا آغاز کیا۔ اور اس مہم کو اس بالغشتانی اور تندہی سے انجام دیا کہ قلیل مدت میں ضلع بھر کے عوام کے غافلانی جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا۔ قتلِ مقاتلے تک کے مقدمات کچھریوں میں جانے کی بجائے۔ ان کے قائم کردہ برگوں میں فیصل ہو جاتے۔ کچھریاں ایڈگٹش کیوں کہ کسی کو وہاں جانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔ حاجی صاحب نے پیدائش، شادی بیاہ اور مرگ کی فصول رسوم کے بند کرانے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ قوم کی جملہ خرابیوں کو دور کرنے کے لئے تعلیم عام کی۔ اس مقصد کے لئے ضلع پشاور کے طول و عرض میں ۲۷ اسلامی مدارس قائم کئے۔ ان مدارس کی نگرانی ایک مرکزی بورڈ کرتا تھا۔ موضع گڈر تحصیل صوابی میں مرکزی مدرسہ تھا۔ ہزاروں قبائلی اور غیر قبائلی طالب علموں نے ان مدارس سے استفادہ کیا۔ حاجی صاحب کی یہ اصلاحی تعلیمی تحریک اپنی مدد آپ کے اصول پر چل رہی تھی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب تھے۔ حاجی صاحب اپنی لگن اور مجاہدانہ جذبہ کی بدولت مسلمانانِ سرحد میں اس قدر مقبول ہوئے کہ صوبے کی تاریخ میں ایسی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ حاجی صاحب جہاں جاتے ہزاروں عقیدت مند پرانہ طرز ان کے گرد جمع ہو جاتے۔ اور ہر طرح ان کی مساعی میں شریک ہوتے۔ حاجی صاحب کی ہر دعوتِ نبوی نے برطانوی حکومت کو بدحواس کر دیا۔ اور مسلمانانِ سرحد کی بیداری برطانوی اقتدار کے لئے خطرہ بن سکتی تھی۔

گرفتاری اور رہائی | یہ وہ دور تھا جب اندرونی ہندوستان اور بلقان کی جنگوں کی وجہ سے مسلمانوں میں ہیجان پایا جاتا تھا۔ مسلمان رہنماؤں کی شعلہ بار تقریروں اور پُراثر تحریروں سے جذبات میں اُگ لگی ہوئی تھی۔ مولانا آزاد کا "انہلال"، مولانا محمد علی جوہر کا "کامریڈ" اور ظفر علی خان کا "زمیندار" عوام کے جذبات

کو ابھارے ہوئے تھا۔ برطانوی حکومت نے محسوس کیا کہ اندرون ہند کا یہ متوقد صلیب سرحد کے غیور مجاہدان مجاہدوں تک پہنچ گیا تو حالات کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء کے آغاز میں حاجی صاحب اور ان کے چند رفقاء کو گرفتار کر لیا گیا۔ حاجی صاحب کی گرفتاری سے مسلمانان سرحد بے چین ہو گئے حکومت کو صوبے میں عام بغاوت کا خدشہ نظر آنے لگا۔ تو حاجی صاحب کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا اور ان کے خلفاء کو تین تین سال قید کی سزا دی گئی۔

گرفتاری سے حاجی صاحب اور ان کے عقیدت مندوں کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں اور ان کا رخ بھی واضح ہو گیا۔ ٹمٹماتے ہوئے دے کو تو ہوا کا تیز جھونکا گل کر دیتا ہے۔ مگر بڑھکتا ہوا الاؤ اس سے بچنے کی بجائے اور تیز ہو جاتا ہے۔ حاجی صاحب کی سرگرمیاں دیکھتے ہوئے برطانوی حکومت دوبارہ گرفتاری کی تدبیریں سوچنے لگی۔

اسلامیہ کالج پشاور کا سنگ بنیاد ۱۹۱۳ء میں صاحبزادہ عبدالقیوم کی کوششوں سے اسلامیہ کالج وجود میں آیا۔ حاجی صاحب کی ہر دلعزیزی اور تعلیم و تدریس سے ان کی والہانہ لگن کے پیش نظر صاحبزادہ صاحب ان کی انگریز دشمنی کے باوجود اس عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے انہیں دعوت دی۔ حاجی صاحب کی گرفتاری کے احکام جاری ہو چکے تھے۔ چونکہ اس تقریب میں شمولیت کا وعدہ کر چکے تھے۔ اس لئے عین وقت پر نہایت پراسرار طریقے سے وہاں پہنچے۔ اس وقت انہوں نے چادر سے منہ ڈھانپ رکھا تھا۔ انہوں نے نہایت ڈرامائی طور پر عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور مخصوص سائیکلوں کے ساتھ فوراً وہاں سے نکل گئے۔

شیخ الہند مولانا محمد الحسن سے رابطہ اسی زمانے میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس شیخ الہند مولانا محمد الحسن اور ان کے رفقاء برطانوی اقتدار سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک منصوبہ پر کام کر رہے تھے۔ ان کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ بیرونی مسلمان ملکوں افغانستان اور ترکی وغیرہ کو اس بابت پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ہندوستان پر حملہ آور ہوں اور مسلمان آبادی مقامی ہندوؤں کے ساتھ مل کر اندرون ملک ہتھیار اٹھائے۔ اس طرح بیرونی حملے اور اندرونی جہاد آزادی سے برطانوی اقتدار ختم ہو سکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے شیخ الہند نے ہندوستان بھر میں اپنے رفقاء کے ذریعے فضا ہمواری کی اور زیر زمین سرگرمیاں جاری رکھیں۔ مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں :

”حضرت شیخ الہندؒ نے بار بار مولانا عبید اللہ (سندھی) اور مولانا عزیز گل صاحب کو ان کی خدمت میں بھیج کر اپنے مشن میں داخل کیا اور جہاد حریت کے لئے آمادہ کیا

اور استرعاکی کہ وہ اپنے وطن سے آزاد علاقے (یاغستان) میں ہجرت کر کے چلے جائیں۔ اور وہاں کے مرکز کو منہمک لیں۔ اور اپنے شاگردوں کو لکھا کہ وہ حاجی صاحب ترنگ زئی کی تابعداری کریں اور ان کی امداد و اعانت میں کسی کوتاہی کو روا نہ رکھیں۔

ہجرت | چنانچہ حاجی صاحب برہنہ نورد، بنیر کے علاقہ طوطائی چلے گئے۔ رمضان المبارک کا مہینہ قریب تھا۔ رمضان المبارک میں عقیدہ مند طوطائی میں جمع ہو گئے۔ انہوں نے مریدوں کی جمعیت کیساتھ برطانوی حکومت کے خلاف جہاد بالسیف شروع کر دیا۔ یہ چھڑپیں ۲۷ دن کے بعد بند ہو گئیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ طوطائی میں گذر کر ”سودگر“ چلے گئے۔ اور ایک گاؤں میں سکونت اختیار کر لی۔ اس جگہ کا نام ”گند غار“ تھا۔ ان کے آنے سے اس کا نام ”غازی آباد“ مشہور ہوا۔ یہاں ۱۹۱۵ء تک مقیم رہے۔

حاجی صاحب کی ہجرت حضرت شیخ الہندؒ کی ترغیب اور ایک محل پٹان کے مطالبہ تھی۔ حاجی صاحب کے علاقہ غیر میں ہجرت کرنا سننے سے برطانوی حکومت کی تشویش بجا تھی۔ کہ ایک با اثر مذہبی رہنما کا ہاتھ سے بچ کر دشمن کی حیثیت سے علاقہ غیر میں جا پہنچنا واقعی خطرناک، بات تھی۔ جبکہ ان ہی دنوں یورپ میں عالمی جنگ کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ اس وقت ایک انگریز افسر نے کہا:

”حاجی صاحب ترنگ زئی کا ہمارے ہاتھ سے نکل جانا ہندوستان میں ہمدی سب

سے پہلی ناکامی ہے۔“

حاجی صاحب کے قیام کے بعد ”غازی آبادی“ آنے والے دنوں کا تانا بندا رہتا تھا۔ جس علاقے میں پہلے بدامنی اور لاقانونیت کا دور دورہ تھا۔ اور اسکے بغیر گزرتا نکس نہ تھا۔ حاجی صاحب کی اصلاحی اور تبلیغی کوششوں سے امن و امان قائم ہو گیا۔ راستے محفوظ ہو گئے۔ اور لوگ بنیر کسی خطرے کے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنے لگے۔ حالانکہ یہ ایسا علاقہ تھا جہاں کوئی سیاسی طاقت بھی امن قائم نہ کر سکی تھی۔

حاجی صاحب نے علاقہ کے عوام کو آئین شریعت کا پابند بنایا۔ بری رسموں سے روکا اور ان کی اصلاح و ارشاد سے قبائل میں بڑی حد تک ایسی رسوم ختم ہو گئیں۔ پرانی عداوتیں مسٹ گئیں۔ برادریاں قائم ہوئیں اور پری جنبے یعنی دھڑے بندیاں عہدِ ماضی کی یادگار بن گئیں۔

مشب قدر پر حملہ | غازی آباد میں حاجی صاحب کی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے برطانوی حکومت نے

میں مجاہد نہیں۔ مسلمانوں کا بادشاہ ان اطراف میں حبیب اللہ خان ہے۔ اس لئے عوام کو اس کے ماتھے پر بیعت کرنی چاہیے اور جب امیر علم جہاد بلند کرے۔ عوام ان کے ساتھ جہاد میں حصہ لے کر ”جہاد اسلامی“ کا اجر و ثواب حاصل کر سکیں گے۔ سردار نصر اللہ خان اس کام کے ناظم تھے اور تمام بیعت نامے ان کے پاس جمع ہوتے تھے۔ اس پروپگنڈہ اور لوگوں کے خیر خریدنے پر روپیہ پانی کی طرح بہایا گیا۔ نتیجے میں مجاہدین کی قوت کمزور ہو گئی۔ مولانا عبید اللہ سندھی اپنی ”ذاتی ڈائری“ میں لکھتے ہیں:

”انگریزوں نے کافی روپیہ امیر (حبیب اللہ خان) کو دیا کہ یاغستان میں تقسیم کرے اور اپنی سلطنت کے نام پر قبائل افغانیہ سے بیعت نامے حاصل کرے اور پشاور میں افغانوں کو کہا جاتا کہ امیر کابل جہاد کرے تو اس وقت تم بیشک جہاد میں شریک ہو جاؤ۔ لیکن بغیر بادشاہ کے جہاد ناجائز ہے۔ اس عام بد نظمی سے پرہیز کرو۔ اس طرح حاجی ترنگ زئی کے آدمی اور ہندوستانی مجاہدین کے کارندے سب اسی کام پر مامور ہو گئے کہ وہ امیر کابل کے نام بیعت نامے حاصل کریں۔ یہ انگریزی روپیہ انہیں لوگوں کے ماتھے یاغستان میں تقسیم ہوا۔ اس کے منہ پر دینے والے نائب السلطنت امیر نصر اللہ خان تھے۔ تمام بیعت نامے ان کے دفتر میں محفوظ رہتے تھے۔“

امیر حبیب اللہ تو انگریزوں کے حلیت تھے۔ اور ان کا علم جہاد اٹھانا ایسے ہی تھا جیسے نیم کے درخت کے ساتھ انگوڑی کے خوشے لٹکنے لگیں مگر پروپگنڈہ کامیاب رہا۔ اور مجاہدین کو سخت نقصان پہنچا۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم سے افغانستان میں حریت کے جذبات پیدا ہوئے۔ امیر حبیب اللہ کی انگریز دوستی اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔ اور آخر ایک روز جلال آباد میں قتل کر دیا گیا۔

جہاد منہی اور غلی | برطانوی حکومت نے جنگ افغانستان سوم کے بعد ۱۹۲۶ء میں مہمندوں کے علاقے میں سرکاری بنانا شروع کیا۔ یہ سرکاری درحقیقت ”آزادی“ چھیننے کا سبب بن سکتی تھیں۔ برطانوی حکومت کی فوج کی نقل و حرکت میں آسانیاں مجاہدین کے لئے ہرگز خوش آئند نہ تھیں۔ حاجی صاحب نے قبائل کو متحد کر لیا اور جہاد کا اعلان کر دیا۔ سرکاری توڑ دیں اور ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء سے ۷ دسمبر ۱۹۳۰ء تک تقریباً ساڑھے چھ ماہ معرکہ آرائی جاری رہی۔ بالآخر برطانوی فوج کو ہزیمت اٹھانی پڑی اور سڑک کی تعمیر روک دینے کا وعدہ کرنے پر مجاہدین نے صلح کر لی۔

فیصلہ کن معرکہ | برطانوی حکومت اپنے معاہدات کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کرتی تھی اور سرکاری بنانے پر بعد تھی۔ چنانچہ ۱۹۳۲ء میں دوبارہ جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ ۱۹۳۵ء میں برطانوی فوج نے مجاہدین کے کیمپ

پر ہوائی جہازوں سے بم گرائے لیکن فتح و نصرت مجاہدین کے قدم پھوم رہی تھی۔

برطانوی حکومت کے ساتھ حاجی صاحب ترنگ زئی کا آخری معرکہ ۱۹۳۵ء میں ایک پہاڑی کی چوٹی "ناحقی" پر ہوا جب کہ وہ نقاہت اور ضعف کی وجہ سے چل پھر نہ سکتے تھے، اور ایک پاکی میں بیٹھا کہ میدان جنگ میں بے جائے گئے۔ کیوں کہ پاؤں میں تکلیف ہونے کی وجہ سے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں نہیں ڈال سکتے تھے۔ یہ بہت نازک موقع تھا۔ انگریزی فوجیں ایسے مقام پر پہنچ گئی تھیں کہ چوٹی سے نیچے اتر کر ہلہ بول دینے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ حاجی صاحب کے مورچے پر جانے کی خبر سنتے ہی دور دراز عقبی علاقوں سے ایسے ایسے قبائل چلے آئے جو فاصلہ زیادہ ہونے کے سبب رطائی میں شریک نہ ہو سکتے تھے۔ اس معرکہ میں مشہور "گائڈ پلٹن" نے حصہ لیا اور پوری قوت سے حملہ آور تھی۔ مجاہدین نے دشمن کو موقع دینے بغیر ناحقی کی چوٹی پر پہنچ کر دست بدست رطائی دہلی اور پوری فوج کو تھس تھس کر دیا اور صرف چند چرخیں زندہ بچ سکیں۔ اس زبردست فتح کے بعد برطانوی حملوں کا خطرہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اور مجاہدین بے اندازہ مال اور اسلحہ مال غنیمت کے طور پر ہاتھ آیا۔

وفات | حاجی صاحب ترنگ زئی کی نازیبا نہ جدوجہد کے بعد مزید حملے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا مگر جلد ہی وہ بیمار ہو گئے۔ اور سال بھر بستر علالت پر رہنے کے بعد ۱۹۳۷ء مطابق ۱۳۵۶ھ کو ۸۱ سال کی عمر میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔ ان کی وصیت کے مطابق نازی آباد کی مسجد کے صحن میں دفن کئے گئے۔

ماخذ: ۱۔ باچانان۔ (فارغ بخاری) ۲۔ تذکرہ شیخ رحیمکار (سید سیاح الدین کا خلیل)

۳۔ تذکرہ صوفیائے سرحد۔ (اعجاز الحق قدوسی) ۴۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (محمد امیر شاہ قادری)

۵۔ صاحب سوات۔ (ظہور الحق طوروی) ۶۔ ماہ نو (جنگ آزادی ہند) ۷۔ نقش حیات (شیخ الاسلام حسین احمد مدنی)

۸۔ ذاتی ڈائری۔ (عبید اللہ سندھی)

۱۔ مولانا عبدالحق شیخ الحدیث دارالعلوم حقانہ کوثرہ خٹک کو حاجی صاحب سے نیاز حاصل تھا۔ اور ان کیساتھ نامہ و پیام رہتا تھا۔ شیخ الحدیث صاحب راقم الحروف کو بتایا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے موزوں میں انگریزوں نے سازش سے ایک شخص کے ذریعے زہر ڈلوا دیا تھا۔ حاجی صاحب نے زہر آنود موز سے استعمال کئے تو پاؤں اس قدر متاثر ہو گئے کہ چلنا پھرنا ممکن نہ رہا۔ خادم انہیں اٹھا کر ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں لے جاتے تھے جس عاقبت نااندیش شخص نے چند ٹکوں کی خاطر یہ کام کیا تھا، اسے وعظ و نصیحت کر کے "نازی آباد" سے رخصت کر دیا۔ حاجی صاحب کی خدمت میں شیخ الحدیث صاحب کی معافی نامہ و پیام اور روابط پر ایک الگ مضمون میں روشنی